U20123.

Title - ZALLAL GHUMAAM FI MASALATUL QIRAAT KHALFAL IMAAM.

Creator - Mohd. Naseerul Haq.

Publisher - Matba Nizami (Kanpur).

Date - 1881

Pages - 40.

Subjects - Islam - Ibadaat; Islam - Fuqaa; Islam - Masail.

ماشاء الله لا قوة الا بالله

درین ایام بفضل خداوند انام نسخهٔ مفیدهٔ خواص و عوام یعنی رسالهٔ



ظل الغمام فی مسئلة القراءة خلف الامام

باهتمام راجی رحمت و غفران عاجز محمد عبد الرحمن بن حاجی محمد روشن خان مغفور

در مطبع نظامی واقع کانپور محله پٹکاپور مطبوع گردید ۱۲۹۱ھ


M.A.LIBRARY, A.M.U.
U20123

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

تمہید

کیا عبرت کا مقام ہے کیا افسوس کا وقت ہے زمانے کا دور آخر ہے اہل بزم اوٹھے جاتے ہین محفل بھی سونی
ہونیکو آئی وہ روشن اور بزم افروز شمع اسلام سنبھالے رہی ہے آہ صر باد مخالف کے جھونکے
چلنے لگے ابتک تو خیر تھی کیونکہ وہ شمع ہنوز حمایت علما کی فانوس مین اغیارون کے دست ستم
سے محفوظ تھی اب اپنے بیگانے ہوگئے خود محفل والون مین سے حضرات غیر مقلدین چارون
طرف سے اوسکو گل کرنیکو دوڑے وَاللهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ جمعیت
جب ہم تو نکلی تھی آہ اب تو دین کو بیکس و بیچارہ سمجھکر دست تعدی دراز کر رکھا تھا وقت پہ ساکر
ننھے دینی عزت کو دنیاوی اوقات کے ساتھ حاصل کرتے ملحدون کے تیرباران اعتراض

استدلال و احتجاج کی سپر ہو گئے جسطرح اسلام ہمیشہ مظفر و منصور رہتا آیا ہے آج بھی ویسے نقارۂ فتح و ظفر کی صدا غنیم کے لشکر میں گونجتی مگر بدبدو دن کو اس سے کیا غرض انہوں نے تمام و نو یکے جھپے جمعیت اسلام کو درہم برہم کیا کہ جماعت اسلامی کے تمام ارکان ہلگئے اور اوسکی مضبوط بنیاد متزلزل ہو گئی جھگڑے قضیئے یہانتک بڑھے کہ دشنام گذر کر طعن و ضرب کی نوبت پہنچی رفتہ رفتہ گورنمنٹ کو دخل دینا پڑا اور ہمارے مذہبی نزاع جنمیں علما و مجتہدین کے فیصلے ناقابل تسلیم قرار دیے گئے تھے اب حکام انگریزی نے فیصل کیے فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَبْصَارِ غیر مقلدین اگرچہ اپنے استنباطات کو صحیح سمجھتے تھے سمجھے اور اوسپر کاربند ہوتے مگر یہان تو وہ مثل ہے ع مین تو ڈوبا ہوں وہ صنم تمہیں بھی لے ڈوبوں گا + اشتہار جاری ہوئے رسالے چھپے آخر اسپر جم گیا کہ ہم نے حنفیوں پر اعتراضات لکھے ہین جو جواب دے وہ انعام لے علماے حنفیہ کو اولا تو درس تدریس و دیگر مشاغل علمی سے فرصت کہان تھی دوسرے وہ سمجھے کہ قلم اوٹھائے تو کسپر جواب لکھے تو کسکا اس تمام فرقہ جدیدہ مین دو ایک کے سوا کسینے درس نظامیہ کی پوری کتابین بھی نہین پڑھین نہ کسیکا اعتداد علما میں ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا احمد علی محدث مرحوم و جناب مولوی محمد یعقوب صاحب مدرس دیوبند و جناب مولانا محمد عبد الحی صاحب وغیرہم کو بہت کم اس بارے مین لکھنے کا اتفاق ہوا۔ اور یہ بھی خیال کہ کس سے مقابلہ کیجیے مسلمانوں سے شعر راز معشوق نہ افشا ہو جائے + ورنہ مر جانے مین کچھ بھید نہین + حضرات غیر مقلدین اس بے التفاتی و عدم اعتنا کو داخل عجز سمجھے اور بھی تیز ہوئے خم ٹھوک میدان مناظرہ مین کود پڑے مگر علماے حنفیہ ان چھوٹی چھوٹی جڑون کے مقابل آنے کیون لگے تاہم اگر کسی عالم حنفی نے عنان التفات انکی طرف ادھر پھیری تو مدتون کے لیے فرصت ہو گئی ایک انتصار الحق کا جواب چرچٹ کر اوسکا طلبا سے ہوا سو بھی کیا کہ غذا بادی سے زیادہ وقعت نہین رکھتا ہر چند اس شعر و وقت انگشت ہی

ہمکو خانہ جنگی سے احتراز رہا ہی مگر صرف اس خیال سے کہ شعر سعدی چو باسفلہ گوئی بلطف و خوشی فزون گردد ش کبر و گردنکشی مناسب معلوم ہوا کہ تھوڑی سی دار و گیر کیجائے اسپر بھی اگر باز نہ آئے تو پھر پوری خبر لیجائے +

اصل مقصود

واضح ہو کہ اس فرقۂ نو کا یہ دعوا ہی کہ ہم قرآن و حدیث کے پیرو ہین اور بمقابلہ حدیث نبوی کے کسی امام و مجتہد کے قول کو سند نہین لاتے اس رسالے مین بضمن مسألہ قرات فاتحہ خلف الامام دو باتون کا ثابت کرنا منظور ہی ایک یہ کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب قرآن و حدیث سے صاف صاف ثابت ہی یعنی غیر مقلدون کا یہ بیان کہ چونکہ امام صاحب کا مذہب احادیث سے خلاف ہی اسلیے ہم اوسپر عمل نہین کرتے بالکل از راہ فریب و مکر ہی — دوسرے یہ کہ حضرات غیر مقلدین حدیثون مین کسقدر کذب و افترا کو کام مین لاتے ہین اور عوام کو دام فریب مین پھنساتے ہین — امید ہی برادران اسلام اس رسالے کو خوب غور و فکر سے دیکھو اور جب تحقیق ثابت ہو جاوے کہ یہ لوگ حدیثون کی سند مین فریب اور کذب اختیار کرتے ہین تو اونسے بیزار ہو جاؤ اور پھر انکے دام فریب مین نہ آؤ

امر اول واضح ہو کہ غیر مقلدین کا یہ دعوا ہی کہ مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنا امام کے پیچھے واجب ہی ہر نماز مین خواہ وہ سری ہو خواہ جہری ہمارا یہ دعوا ہی کہ مقتدی کو کسی قسم کی نماز مین قراءت فاتحہ کرنا مستحب بھی نہین ورنہ واجب کا تو کیا مذکور — اب ہم وہ دلائل پیش کرتے ہین جس سے ہمارا مدعا ثابت اور انکا دعوا باطل ہوتا ہی

دلیل اول

دلیل اول قال اللہ عز وجل اذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون یعنی جب قرآن پڑھا جاوے تو

سنو اور چپکے رہو شاید تم لوگ رحم کیے جاؤ علامہ ابن الہمام فتح القدیر میں اس آیت سے دلیل لاتے ہیں اور لکھتے ہیں فان المطلوب امران الاستماع والانصات فیعمل بکل منہما والاول یخص بالجہریة والثانی لا فیجری علی اطلاقه فیجب السکوت عند القراءة مطلقا یعنی اس آیت میں دو چیزوں کی غرض ہی سننا اور چپ رہنا پس دونوں پر عمل کیا جاوے گا اور سننا خاص ہی جہری نماز کے ساتھ اور چپ رہنا نہیں خاص ہی پس مطلق باقی رہیگا پس واجب ہوگا چپ رہنا عموماً قراءت کے وقت۔ یعنی جہری نماز میں سننا اور چپ رہنا دونوں پر عمل ہوسکتا ہی اور سری نماز میں چونکہ سننا غیر ممکن ہی تو واسطے اوس دوسرے حکم پر یعنی چپ رہنے پر عمل ہوگا بہر نوع مقتدی کو ہر نماز میں چپ رہنا چاہیے کیونکہ اللہ پاک فرما چکا کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو تم لوگ چپکے رہو اور چونکہ امام سری اور جہری دونوں میں قراءت قرآن کرتا ہی تو لامحالہ مقتدیوں کو دونوں حالتوں میں چپ رہنا پڑے گا اب ہم غیر مقلدوں کے اعتراضات کو تفصیل ذکر کرکے ہر ایک کا جواب تفصیلی عرض کرتے ہیں پہلا اعتراض یہ آیت دربارۂ خطبہ کے نازل ہوئی ہی جیسا کہ معالم التنزیل میں بعض لوگوں کا قول نقل کیا ہی اور قسطلانی میں بھی نقل کیا ہی اور امام فخر الدین رازی نے تفسیر میں لکھا ہی کہ یہ قول سعید بن جبیر و مجاہد و عطا کا ہی جواب اولاً تو یہ قول چنداں مستند نہیں کیونکہ قول مستند اور قابل اعتبار یہ ہی کہ یہ آیت دربارۂ قراءت نماز کے نازل ہوئی ہی تو ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہی قال علی بن طلحة عن ابن عباس

پہلا اعتراض

جواب

قوله واذا قرئ القرآن یعنی فی الصلوٰة المفروضة یعنی کہا علی بن طلحہ نے ابن عباسؓ سے کہ قول اللہ پاک کا واذا قرئ القرآن فرض نمازون کے بارے مین ہے اور حافظ جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور مین لکھا ہے اخرج عبد بن حمید والبیھقی فی القراءة عن ابی العالیة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی باصحابه فقرأ قرأ اصحابه فنزلت هذه الآیة فسکت القوم وقرأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی روایت کی ہے عبداللہ بن حمید اور بیہقی نے باب قراءت مین ابوالعالیہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تھے صحابہ کے ساتھ اور قراءت فرماتے تھے تو صحابہ بھی قراءت کرتے تھے پس یہ آیت اوتری تو چپ ہوے لوگ اور قراءت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور امام بغوی نے تفسیر معالم التنزیل مین قول فیصل کردیا یعنی اس آیت کی شروع تفسیر مین لکھا ذهب جماعة الی انها فی القراءة فی الصلوٰة یعنی پس ایک گروہ اس بات کی طرف گیا ہے کہ یہ آیت نماز کی قراءت کے بارے مین ہے اسکے بعد امام بغوی نے اون لوگون کا نام لیا ہے جنھون نے کہا ہے کہ یہ آیت خطبہ مین اوتری ہے یا در بارۂ کلام فی الصلوٰة وارد ہے اور پھر اخیر مین یہ فیصلہ کردیا کہ والاول اولاها وهو انها فی القراءة فی الصلوٰة (معالم مطبوعہ بمبئی صفحہ ۳۰۷) یعنی پہلی بات اولیٰ ہے اور وہ یہ کہ آیت در بارۂ قراءت کے ہے نماز مین اور کہا قاضی ابن عبدالبر نے اجمعوا علی انه لم یرد به کل موضع یستمع فیه القرآن وانما اراد الصلوٰة ویشهد له قوله صلی اللہ علیہ وسلم فی الامام واذا قرأ فانصتوا صححه ابن حنبل فاین المذهب عن السنة وظاهر القرآن (زرقانی شرح موطا مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۶۱) یعنی لوگون نے اجماع کیا ہے

کہ اس سے ہر وہ جگہہ مراد نہین جہان قرآن سنا جاوے اور جزین نیست کہ نماز مراد ہی اور گواہی
دیتی ہی اسپر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امام کی شان نہین کہ وہ جب پڑہے تو چپ رہو صحیح کہا
اس حدیث کو امام ابن حنبل نے پس کہان جا نیکی جگہہ ہی حدیث او ظاہر قرآن سے پس ان روایات
سے ثابت ہوا کہ یہ آیت بقول صحیح خطبہ مین نہین وارد ہی بلکہ لوگ نماز مین امام کے پیچھے قراءت
کیا کرتے تھے اوس بارے مین یہ آیت اوتری ہی۔ اس مقام پر صاحب بلاغ المبین کی خیانت
اور چالاکی قابل ملاحظہ ہی اس شخص نے بلاغ المبین کے صفحہ ۱۶۰ مین تفسیر معالم التنزیل سے
اور اقوال نقل کیے مگر جو قول کہ صحیح تھا یعنی یہ کہ آیت قراءت نماز کے بارے مین اوتری اوسکو
اول سے اوڑا دیا اور بیچ کا یہ فقرہ بھی والاول اولیٰ ہا جو اوپر گذرا ہی اوڑا دیا او اوسکا ترجمہ بھی نہین
کیا اور ادھر ادھر کی عبارت کا ترجمہ کر دیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ ثانیاً بفرض محال یہ مان بھی
لیا جاوے کہ یہ آیت خطبہ کے بارے مین اوتری ہی تاہم معترض کو کچھ مفید نہین اس لیے کہ سبب
کو خاص ہی مگر حکم تو عام ہی یعنی جب قرآن پڑھا جاوے تو سننا اور چپ رہنا چاہیے پس مقتدی
کے لیے بھی حکم واجب التعمیل ہوگا اور کافی تفصیل آگے آتی ہی **دوسرا** اعتراض لوگ امام کے
پیچھے زور سے قراءت کرتے تھے بلکہ نماز مین باتین کرتے تھے تب یہ آیت اوتری تو اس آیت سے
صرف یہ مقصود ہی کہ نماز مین باتین نہ کیجاوین یا انتہا یہ کہ زور سے مقتدی لوگ قراءت
قرآن نکرین پس اس سے حنفیون کا یہ دعوا کہ مطلق قرآن نہ پڑھا جاوے ثابت نہین ہوتا
جواب آیت کسی بارے مین اوتری ہو مگر یہ دیکھو کہ اللہ پاک نے کیا حکم دیا ہی یہ تو حکم نہین دیا
کہ نماز مین باتین نکرو۔ یہ تو نہین فرمایا کہ زور سے قراءت نکرو بلکہ یہ فرمایا کہ سنو اور چپ رہو

دوسرا اعتراض

جواب اعتراض

ہین جو حکم ہوا اوسکی تعمیل ہوگی یا شان نزول کی وجہ سے آیت خاص کر لیجائیگی یہ ایک قاعدہ مسلمہ ہے کہ جب کوئی آیت کسی خاص موقع پر نازل ہوتی ہے تو جو حکم آیت مین ہوتا ہے وہ اوس خاص موقع تک محدود نہین رہتا بلکہ جو تعمیم حکم مین رہتی ہے وہ قائم رہتی ہے اور وہ حکم دوسرے حالتون سے بھی متعلق ہوتا ہے حافظ جلال الدین سیوطی لکھتے ہین اختلف اهل الاصول هل العبرة بعموم اللفظ او بخصوص السبب والاصح عندنا الاول یعنی اختلاف کیا ہے اصولیون نے کہ اعتبار لفظ کے عام ہونیکا ہے یا سبب کے خاص ہونیکا اور صحیح ہم لوگون کے نزدیک پہلا قول ہے (تفسیر اتقان مطبوعہ دہلی صفحہ ۴۲) اور آگے چلکر لکھتے ہین قلت ومن الادلة علی اعتبار عموم اللفظ احتجاج الصحابة وغیرهم فی وقائع بعموم آیات نزلت علی اسباب خاصة شائعا ذائعا بینهم (تفسیر اتقان صفحہ مذکور) یعنی کہتا ہون مین کہ لفظ کے عام ہونے کے اعتبار کی دلیلون سے یہ ہے کہ صحابہ وغیرہم واقعات مین اون آیتون کے عموم سے استدلال کرتے تھے جو کسی خاص سبب سے نازل ہوئی تھین اور یہ بات اون مین جاری وساری تھی اسکے بعد حافظ سیوطی نے صحابہ کے اقوال نقل کیے ہین غرض یہ مسلم ہے کہ جو حکم عام کے طور پر بیان کیا گیا ہے وہ اسوجہ سے کہ اوسکا شان نزول خاص ہے خاص نہین ہوسکتا چنانچہ امام فخر الدین رازی شافعی نے ان اعتراضات کو بوجہ اونکے ضعیف تسلیم کرکے آیت کا یہ جواب دیا ہے یعنی حنفیون کی دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے السؤال الثالث وهو المعتمد ان نقول ان الفقهاء اجمعوا علی انه یجوز تخصیص عموم القرآن بخبر الواحد فهب ان عموم قوله تعالی واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا یوجب

سکوت الماموم عند قراءة الامام الا ان قوله علیه الصلوٰة والسلام
لاصلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب وقوله لاصلوٰة الا بفاتحة الکتاب اخص
من ذلک العموم وثبت ان تخصیص عموم القراٰن بخبر الواحد لازم فوجب المصیر الی تخصیص
عموم هذه الایة بهذا الخبر وهذا السوال حسن (تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد رابع
صفحہ ۱۰۵) یعنی تیسرا اعتراض اور وہی اعتماد کیا گیا ہے یہ ہے کہ فقہا نے اجماع کیا ہے کہ عموم قرآن
کی تخصیص خبر واحد سے جائز ہے پس تسلیم کرتے ہیں کہ اذا قرئ القراٰن کا عموم واجب کرتا ہے
اس بات کو کہ جب امام قراءت کرے تو مقتدی چپ رہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول
لاصلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب اور یہ قول لاصلوٰة الا بفاتحة الکتاب
خاص ہے اس عموم سے اور یہ ثابت ہو چکا کہ عموم قرآن کی تخصیص خبر واحد سے ضرور ہے تو ضرور
آیت کو اس حدیث سے خاص کر لینا چاہیے اور یہ اعتراض پسندیدہ ہے۔ دیکھو امام فخر الدین
رازی نے باوجودیکہ شافعی ہیں تاہم یہ تسلیم کیا کہ آیت قرآنی سے مقتدی کو امام کی قراءت کے
وقت چپ رہنا ضروری ثابت ہوتا ہے مگر امام شافعی کی تقلید کی وجہ سے جواب دیا کہ آیت سے قراءت فاتحہ خارج ہے
یعنی قراءت فاتحہ کرنا چاہیے باقی چپ رہنا چاہیے سو اس قول امام رازی کا جواب آگے آتا ہے

تیسرا اعتراض

تیسرا اعتراض یہ آیت اس حدیث نبوی سے مخصوص ہے یعنی مقتدی کو فاتحہ چھوڑ کر
اور کچھ نہیں پڑھنا چاہیے جیسا کہ ابھی امام رازی نے جواب دیا ہے اور قاضی بیضاوی
شافعی نے بھی یہی جواب دیا ہے **جواب اول** اولاً تو قرآن کی تخصیص ایسی حدیث سے
نہیں ہو سکتی یہ مسئلہ اصول میں کافی طور سے ثابت ہوا ہے اور یہ بات ظاہر بھی ہے کیوں کہ

جواب

قرآن قطعی الثبوت ہی اور حدیث آحاد غیر مشہور کا ثبوت ظنی ہی پس ظنی کو یقینی کا مخصص نہین
کر سکتے ثانیاً یہ حدیث خود مخصوص ہی یعنی مقتدی کے حق مین نہین ہی اور اسکا بیان تفصیل
اس حدیث کی بحث مین آتا ہی پھر فرع جب یہ حدیث دوسری حدیثون سے مخصوص یا کم سے
کم متعارض ہی تو قرآن پاک کے حکم کو کیا خاص کریگی بلکہ خود وہ حدیث امام یا منفرد کے حق مین
خاص ہوگی اس مقام پر محی الدین اردو خوان نے بلاغ المبین صفحہ (۱۶۰) مین کیا جواب
معقول دیا ہی فرماتے ہین جواب ا سکا یہ ہی کہ تفسیر حقانی مین اس آیت کی تفسیر یون لکھی ہی
جسکے پہ سوا قرآن کے الخ برادران اسلام ذرا اس دانشمندی کو دیکھو کہ معالم التنزیل و
درمنثور و تفسیر عماد بن کثیر سے قول معتبر و مستند تو یہ ثابت ہوتا ہی کہ یہ آیت دربارۂ قرأت
نماز کے اتری اور لوگ قرأت کرنے سے روکے گئے یہ حضرت تفسیر حقانی ایک غیر مشہور تفسیر سے
کیا نقل کرتے ہین کہ قرأت کی ممانعت نہین قرآن پاک پر ایسے بیہودہ حاشیے لگانا اور پھر
یہ دعوا کہ ہم تو قرآن و حدیث فقط مانتے ہین دوسرون کے قول سے ہمکو غرض نہین کتنی بڑی
جرأت ہی اسی شخص نے بلاغ المبین کے صفحہ ۱۶۲ مین لکھا ہی کہ صحابی کا قول حجت نہین ہی انصاف
کا مقام ہی کہ قول صحابہ تو حجت نہو اور تفسیر حقانی کا قول جو آیت کے عموم کے بھی خلاف تمام دوسری
تفسیرون کے بھی خلاف شان نزول کے بھی خلاف وہ قابل تسلیم ہو اور آیت کا جواب اوس سے دیا جاوے
نعوذ باللہ من شر الجہل والعناد والفساد چوتھا اعتراض اس آیت سے صرف نماز جہری مین
قرأت کی ممانعت نکلتی ہی کیونکہ آیت مین سننے کا حکم ہی اور سننا سری نماز مین ممکن نہین پس یہ آیت
خاص اوسی نماز سے متعلق ہوگی جسمین امام زور سے قرأت کرتا ہی یعنی جہری تو حنفیون کا مدعا پورے

جواب

ہلو سے ثابت ہوا جواب آیت مذکورہ میں دو حکم مذکور ہیں ایک سننا دوسرا چپ رہنا پس اسیواسطے تو دو حکم صادر ہوئے کہ ایک حکم یعنی سننا نماز جہری کے ساتھ خاص ہے اور دوسرا یعنی چپ رہنا دونوں قسم کی نمازوں سے متعلق ہو چنانچہ یہی مطلب صاحب فتح القدیر کی عبارت سے سابقا منقول ہوا ہے کلام الٰہی ہے اسکا نقطہ تک بیکار نہیں اور ہر لفظ سے نیا فائدہ اور جدا حکم مستنبط ہوتا ہے

پانچواں اعتراض

پانچواں اعتراض ہے آیت ایک دوسری آیت سے معارض ہے پس دونوں کا حکم ساقط ہوگا اور وہ آیت یہ ہے فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ یعنی تم پڑھو قرآن سے اوسقدر کہ آسان ہو پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ مقتدی کو بھی کچھ نہ کچھ قرآن پڑھنا چاہیے اور آیت واذا قرئ القرآن سے ثابت ہوا کہ مقتدی کو کچھ نہیں پڑھنا چاہیے اور بالکل چپ رہنا چاہیے پس دونوں آیتیں آپس میں مخالف اور معارض ٹھیریں لہذا دونوں کا حکم ساقط ہو جائے گا پس اس آیت سے مقتدیوں کا چپ رہنا ثابت ہوگا

جواب

جواب ان دونوں آیتوں میں کچھ تعارض نہیں مطلب کی غلط فہمی سے تعارض ثابت ہوتا ہے کیونکہ فاقرءوا سے اسقدر معلوم ہوا کہ مقتدی سے بھی قرات مطلوب ہے سو ہم کہتے ہیں کہ مقتدی قرات تو کرتا ہے مگر اوسکی قرات کیا ہے امام کا قرات کرنا یہ تو خود دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الامام فقراءةُ الامام له قراءة یعنی جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کا قرات کرنا ہی مقتدی کا قرات کرنا ہے یعنی امام کی قرات ہی مقتدی کی قرات ہے پس مقتدی بحکم آیت واذا قرئ القرآن چپ بھی ہے اور آیت فاقرءوا کی تعمیل بھی کر رہا ہے اوسطرح کہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا ملا جیون

عینی بنایہ میں لکھتے ہیں فان قلت قوله علیه السلام قراءة الامام له قراءة
معارض لقوله تعالی فاقرؤا فلا یجوز ترکه بخبر الواحد قلت جعل المقتدی
قاریا بقراءة الامام فلا یلزم الترک یعنی اگر کہے تو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قراءة
الامام له قراءة معارض ہے ساتھ قول اللہ تعالی فاقرؤا کے پس نہیں جائز ہوگا چھوڑنا اسکا
خبر واحد سے کہیں گے ہم مقتدی قاری ٹھیرایا گیا ہے بقراءت امام پس آیت کا چھوڑنا
نہیں لازم آیا پس ظاہر ہو گیا کہ دونوں آیتوں میں تعارض نہیں ہے اور ہر ایک اپنے حکم پر
باقی ہے اور یہ بھی ایک قاعدہ مسلمہ ہے کہ جب تعارض واقع ہو تو جہاں تک ممکن ہو جمع کریں گے
نہ یہ کہ دونوں کو ساقط کردیں چھٹا اعتراض آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب قرآن پڑھا
جاوے تب چپ رہنا چاہیے پس ممکن ہے کہ جب امام سکتہ کرے تو اوسوقت مقتدی
قراءت کرے پس اوسوقت آیت کی مخالفت نہ لازم آوے گی چنانچہ اس اعتراض کو امام فخر الدین
تفسیر کبیر میں واحدی سے نقل کرتے ہیں اور لکھتے ہیں سلمنا ان اللفظ یفید العموم الا انا نقول بموجب الآیة
وذلک لان عند الشافعی رح یسکت الامام وحینئذ یقرأ المأموم الفاتحة
فی حال سکتة الامام کما قال ابو سلمة للامام سکتتان فاغتنموا القراءة فی ایهما شئتم
یعنی ہم نے تسلیم کیا کہ لفظ عموم کا فائدہ دیتا ہے مگر ہم بموجب آیت کے کہتے ہیں اور یہ اس لیے کہ امام شافعی
کے نزدیک یہ امر ہے کہ سکتہ کرے امام اور اوسوقت مقتدی قراءت کرے امام کے سکتے میں
کما ابو سلمہ نے کہا ہے کہ امام کے لیے دو سکتے ہیں سو غنیمت سمجھو قراءت کو اون دونوں میں
... یہ جواب ... اس اعتراض کا ہم کہتے ہیں ... خود امام رازی نے چند طرح سے

چھٹا اعتراض

اسکا جواب دیا ہی چنانچہ ایک جواب ہم نقل کرتے ہین وَلِقَائِلٍ اَنْ یَقُوْلَ سُکُوْتُ الْاِمَامِ اِمَّا اَنْ نَقُوْلَ اَنَّهٗ مِنَ الْوَاجِبَاتِ اَوْ لَیْسَ مِنَ الْوَاجِبَاتِ وَالْاَوَّلُ بَاطِلٌ بِالْاِجْمَاعِ وَالثَّانِیْ یَقْتَضِیْ اَنْ یَجُوْزَ لَهٗ اَنْ لَا یَسْکُتَ فَتَقْدِیْرُ اَنْ لَا یَسْکُتَ یَلْزَمُ اَنْ تَحْصُلَ قِرَاءَةُ الْمَامُوْمِ مَعَ قِرَاءَةِ الْاِمَامِ وَتِلْكَ تُفْضِیْ اِلٰی تَرْكِ الْاِسْتِمَاعِ وَاِلٰی تَرْكِ السُّکُوْتِ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْاِمَامِ وَذٰلِكَ عَلٰی خِلَافِ النَّصِّ (تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد رابع صفحہ ۱۰۵م)

یعنی کہنے والا کہہ سکتا ہی کہ امام کا سکتہ واجب ہی یا نہین واجب ہی واجب ہونا تو بالاجماع باطل ہی اور نہ واجب ہونا اسبات کا مقتضی ہی کہ امام کو نہ سکتہ کرنا جائز ہووے پس اس تقدیر پر کہ امام نہ سکتہ کرے یہ لازم آوے گا کہ مقتدی امام کے ساتھ قرات کرے اور یہ پہونچاتا ہی طرف چھوڑ دینے استماع کے اور طرف چھوڑ دینے سکوت کے امام کے پڑھنیکے وقت اور یہ نص قرآنی کے خلاف ہی اور اخیر مین امام رازی لکھتے ہین فَثَبَتَ اَنَّ هٰذَا السُّؤَالَ الَّذِیْ اَوْرَدَهُ الْوَاحِدِیُّ غَیْرُ جَائِزٍ یعنی پس ثابت ہوا کہ یہ اعتراض جو واحدی لایا ناجائز ہی دیکھو امام رازی کی تحریر سے بھی واضح ہوا کہ جو شخص قرات فاتحہ سکتے مین کرنے کہتا ہی اوسکو یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ قرات فاتحہ مقتدی کو واجب و ضروری نہین یہ بھی واضح ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دو سکتے ثابت ہین ایک بعد تحریمہ اور قبل قرات کے دوسرا الحمد للہ ختم کرنے کے بعد سو پہلے سکتے مین دعاے افتتاح وغیرہ پڑھی جاتی ہی جیسا کہ سب اماموں کے مذہب مین معمول ہی اگر کوئی مقتدی دعا کی جگہہ قرات فاتحہ شروع کردے تو ہم اوسقدر قرات کو منع نہین کرین گے جتنا کہ امام کی قرات شروع ہونے سے پہلے مقتدی کر لیگا باقی دوسرا سکتہ

اوسکی نسبت شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ مین تحریر فرماتے ہین فان
الظاہر انہا کانت للتلفظ بآمین عند من یسر بہا او سکتۃ لطیفۃ تمییزا
بین الفاتحۃ وآمین لئلا یشتبہ غیر القرآن بالقرآن عند من یجہر بہا او سکتۃ
لطیفۃ لیرد الی القاری نفسہ یعنی بیشک ظاہر یہی ہے کہ وہ آمین کہنے کے لیے تھا اوس شخص کے
نزدیک جو آمین آہستہ کہتا ہے یا ایک خفیف سکتہ تھا واسطے تمیز کرنے کے غیر قرآن کو قرآن سے
اوس شخص کے نزدیک جو آمین زور سے کہتا ہے یا ایک خفیف سکتہ تھا اس لیے کہ قاری کا
دم ٹھکانے ہو پس ایسے سکتے مین کوئی قراءت فاتحہ کیا کریگا اور اگر کوئی شخص اس اثنا مین دو
ایک لفظ الحمد شریف کے پڑھ لے تو ہم منع بھی نہین کرتے اب ہم آیت کی بحث کو ختم کرتے ہین اور اہل
انصاف چاہیے ہین کہ آیت مین تاویلین کون کرتا ہے اور ٹھیک ٹھیک اصلی معنی کون لیتا ہے اور
یہ بھی واضح ہو کہ ہمنے غیر مقلدون کے اعتراضات کو اس تفصیل سے ذکر کیا ہے کہ بہت سے
غیر مقلدون کو بھی اوسکی خبر نہوگی مگر [illegible] ثابت ہوے اچھا اب آؤ
دیکھیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے عن ابی ہریرۃ ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوۃ جہر فیہا بالقراءۃ فقال ہل قرأ
معی احد منکم آنفا فقال رجل نعم یا رسول اللہ قال انی اقول ما لی انازع
القرآن قال فانتہی الناس عن القراءۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فیما جہر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الصلوات بالقراءۃ حین
سمعوا ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ترمذی شریف وموطا محمد)

وابن ماجه وابوداؤد ونسائی وقال الترمذی حدیث حسن یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نماز سے پھرے کہ جسمیں قرارت آپنے زور سے فرمائی تھی پس کہا آپنے کیا تم لوگوں میں سے کسی نے میرے ساتھ قرارت کی ہے ایک شخص نے عرض کی ہاں یارسول اللہ آپنے فرمایا کہ میں کہتا ہوں مجھ سے کیوں تنازع کیا جاتا ہے قرآن میں راوی کہتا ہے کہ پس لوگ باز آئے قرارت کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جہری میں جبکہ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز جہری میں قرارت کرنا مقتدیوں کا آنحضرت صلعم کو ناگوار گذرا اور صحابہ نے قرارت کرنا بالکل چھوڑ دیا۔ اس حدیث کا جواب بخیر مقلدوں نے یہ دیا ہے کہ پہلا یہ فقرہ فانتہی الناس الخ یعنی لوگ قرارت سے باز آئے زہری کا قول ہے جیسا کہ بہت سے محدثین نے لکھا ہے پس مرفوع نہوا لہذا یہ حدیث حجت نہوگی جواب ہمارا استدلال تو قول زہری پر ہی نہیں ہمارا استدلال تو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے یعنی مالی انازع القرآن جسکا صاف مطلب ہے کہ مقتدی کو قرارت نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ ہم آگے ثابت کرینگے اور جسکے مطابق صحابہ نے قرارت کرنا چھوڑ دیا۔ دوسرا [illegible] قرارت کریگا پس اسوقت تنازع نہ واقع ہوگا۔ بلاغ المبین والے حضرت ترمذی سے نقل کرتے ہیں کہ اس آیت سے قرارت خلف الامام کا منع ہونا نہیں نکلتا کیونکہ یہ روایت ابوہریرہ سے مروی ہے اور انھیں نے [illegible] حدیث کو روایت کیا کہ من صلی صلوٰۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج غیر تمام (ترجمہ)

جو شخص ایسی نماز پڑھے کہ اوسمین الحمد نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے تو اوسنے سوال ہوا کہ امام کے پیچھے کیا کیا جاوے پس ابو ہریرہ نے جواب دیا کہ اقرأ فی نفسک یعنی اپنے جی مین پڑھو تو معلوم ہوا کہ قرات خلف الامام منع نہین ہے کیون کہ اگر منع ہونا نکلتا تو ابو ہریرہ آہستہ پڑھنے کا حکم کیون دیتے انھین بلاغ المبین کے متبع مجتہد العصر میان سلامت اللہ جیراجپوری رسالہ میزان الحق کے صفحہ ۸ مین اس حدیث کا جواب دیتے ہین اور لکھتے ہین یا کہ مقتدی آہستہ پڑھے گا کما قال ابوہریرۃ اقرأ بہا فی نفسک یا فارسی رواہ مسلم تو کسی طرح تنازع ثابت نہین ہوسکتا۔ جواب پہلے تو ہم منازعت کا لفظ جو حدیث مین وارد ہے اوسکے معنی لکھتے ہین پھر اصل جواب عرض کرینگے علامہ زرقانی اس حدیث کی شرح مین لکھتے ہین قال ابو عبد الملک ای اذا جہرت بالقراءۃ فان قرأ تم ورائی فکانما تنازعونی فی القرآن الذی اقرأ و لکن انصتوا و قال الباجی و معنی منازعتہم لہ ان لا یفردوہ بالقراءۃ و یقرؤا معہ (زرقانی شرح موطا جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۱۶۱) یعنی کہا ابو عبد الملک نے مطلب یہ کہ جب مینے پڑھا زور سے پس اگر تمنے میرے پیچھے پڑھا تو گویا جھگڑا کیا قرآن مین کہ جسکو مین پڑھتا ہون لیکن ہان چپکے رہو تم لوگ اور کہا باجی نے منازعت کے معنی اونکے ساتھ یہ ہین کہ اونکو تنہا نہ پڑھنے دین اور اونکے ساتھ خود بھی پڑھین پس جو معنی منازعت کے ہین وہ ہر حالت مین پائے جاتے ہین خواہ مقتدی زور سے پڑھے خواہ آہستہ سے جیسا کہ ابو عبد الملک و علامہ باجی سے مذکور ہوا اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ نے قطعًا قراءت کرنا نماز جہری مین چھوڑ دیا

تو آہستہ پڑھتے تھے نہ زور سے کیونکہ اگر زور سے پڑھنا صرف منع ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاف
سے یہ فرماتے کہ تم لوگ بالکل قرارت مت چھوڑو بلکہ آہستہ پڑھا کرو اور قاضی ابن عبد البر
کی سند سے علامہ زرقانی لکھتے ہیں وعموم الحدیث یقتضی ان لا یجوز القراءۃ
مع الامام اذا جہر بام القرآن ولا غیرہا زرقانی شرح مؤطا جلد اول صفحہ ۱۶۲)
یعنی عموم حدیث اس بات کو چاہتا ہے کہ قرارت کرنا امام کے ساتھ ناجائز ہے جب امام زور سے
قرارت کرے نہ الحمد سورہ پڑھنا جائز ہے نہ دوسری چیز پس جب ثابت ہوا کہ مطلب حدیث کا یہ ہے
کہ مقتدی کو کسی طرح پر پڑھنا نہ چاہیے تو قول ابوہریرہ کا جواب سنو یہ قول ابوہریرہ کا ہے اپنے
جی ہی میں پڑھو اوسوقت کا ہے جب اُنھوں نے یہ حدیث روایت کی تھی من صلی صلوٰۃ
الخ اور یہ حدیث جو منازعت کی ہمنے نقل کی ہے اوسوقت ابوہریرہ نے یہ نہیں فرمایا تھا یعنی دوسری
حدیث کے مطلب کو جو حضرت ابوہریرہ نے بیان کیا تھا اس حدیث میں ملانا بالکل نادل ہے
قطع نظر اسکے بہت سے صحابہ نے جو مطلب حدیث کا سمجھا اور جسکی بناء پر مطلق قرارت کو ترک
کر دیا اوسکو ہم لیں یا ایک ابوہریرہ کے قول کو اور یہ بھی مسلم نہیں کہ قرارت فی النفس آہستہ
پڑھنے کو کہتے ہیں کیونکہ بہت سے علماء یہ بھی معنی لیتے ہیں کہ نفس میں قرارت کرو یعنی امام
جو پڑھے اوسکو غور کرو اور سوچو چنانچہ عیسیٰ ابن نافع سے یہ قول علامہ زرقانی نے
نقل کیا ہے کہ مراد دل سے سوچنا ہے بغیر اسکے کہ زبان سے پڑھے باقی اس قول پر یہ اعتراض کرنا کہ سوچنے
کو قرارت نہیں کہہ سکتے صحیح نہیں کیونکہ عام طور پر قرارت ہمیشہ کہیں مگر قرارت نفسی تو کہہ سکتے
ہیں جسطرح سے سوچنے کو اردو محاورہ میں کہتے ہیں کہ دل ہی دل میں باتیں کرتا ہے غرض حدیث

جو حکم صاف طور سے نکلتا ہی اوسمین تاویلات سے کارسوائی کرنا غیر مقلد گوارا کرین تو کرین مگر ہم تو پسند
نہین کرتے تیسیر اگر مقتدی امام کے سکتے مین قرارت فاتحہ کرے گا تو تنازع نہ واقع ہوگا میان
سلامت اللہ نے میزان الحق مین تنازع کو یون ہی رفع کیا ہی اور اسپر ایک حدیث کشف الغمہ
سے جسمین اکثر ضعیف اور بے سند حدیثین مذکور ہین نقل کی ہی جسکا ترجمہ یہ ہی کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو امام رکھتا ہو وہ امام کے سکتات مین پڑھے جواب ہرچند اس اعتراض کا
جواب تو آیت کی بحث مین گذر چکا اور وہان ثابت ہوا کہ سکتے مین قرارت غیر ممکن ہی یعنی
فاتحہ بطور وجوب ادا نہین ہوسکتا مگر ہمکو اپنے مجتہد باطل میان سلامت اللہ سے پوچھنا ہی کہ کیون
صاحب اگر کشف الغمہ والی حدیث آپکے نزدیک صحیح ہی تو پھر قرارت فاتحہ کو واجب کیون
کہتے ہو کیونکہ حدیث سے تو ثابت ہوا کہ سکتے مین پڑھو اور سکتہ کچھ امام پر تو واجب ہی نہین
پھر آپ قراءت فاتحہ جسکو واجب بتاتے ہین کیونکر ادا کیجیے گا ہمارے مجتہد صاحب ابھی نو بدولت
رسیدہ ہین اسواسطے ایسی غلطی کا مضایقہ نہین ؎ شعر ہنوز طفلی و از نوش و نیش بیخبری ٭
ز عشق باچہ کہ از حسن خویش بیخبری ٭ خیر اب دوسری حدیث سنیے عن ابی هریرة عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انما جعل الامام لیوتم به فاذا کبر فکبروا واذا
قرء فانصتوا (رواہ ابوداود والنسائی) یعنی ابوہریرہ نے آنحضرت صلعم سے روایت
کی ہی کہ فرمایا آپنے امام اس لیے بنایا گیا ہی کہ تم لوگ اوسکی اقتدا کرو پس جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر
کہو اور جب وہ پڑھے تو چپکے رہو۔ اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ مقتدی کو کسی نماز مین
خواہ وہ سری ہو خواہ جہری امام کے پیچھے کچھ نہین پڑھنا چاہیے اور چپ رہنا چاہیے —

اس حدیث سے اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کے مطلب کی کافی توضیح ہو جاتی ہے جیسا کہ سابقا قاضی ابن عبد البر کے قول سے بحوالہ زرقانی ثابت ہوا اس حدیث کے معنی چونکہ صاف صاف حنفیون کے مدعا پر دلالت کرتے ہین اسواسطے حضرات غیر مقلدین اوسکے ضعیف ثابت کرنے پر آمادہ ہوے چنانچہ میان محی الدین نے بلاغ المبین مین اور اونھین کے ہم سبق مولوی سلامت اللہ نے میزان الحق مین ابو داؤد سے نقل کیا ہے کہ یہ فقرہ حدیث کا وہم ہے واذا قرأ فانصتوا اور یہ وہم ابو خالد سے ہوا ہے ہمارے مجتہد العصر صاحبون کی یہین تک رسائی تھی اونکو ایک ابو داؤد ہی کا قول غنیمت معلوم ہوا اچھا ہم اونکو اور محدثین کے اقوال بھی بتاتے ہین بیہقی نے سنن کبیر مین یحیی بن معین اور ابو حاتم رازی اور دارقطنی اور حافظ ابو علی نیشاپوری سے نقل کیا ہے کہ یہ فقرہ واذا قرأ فانصتوا محفوظ نہین ہے اور کہا ابو علی نے یہ فقرہ مذکور صحیح اور محفوظ نہین اسمین سلیمان تیمی نے اصحاب قتادہ سے مخالفت کی ہے (دیکھو نووی شرح صحیح مسلم جلد ثانی مطبوعہ مصر صفحہ ۲۸) اب تو ہمارے حضرات غیر مقلدین بہت خوش ہو جائینگے کہ یہ فقرہ ضعیف ثابت ہو گیا مگر اونکو جواب سننا چاہیے واضح ہو کہ اصل اعتراض دو امر ہی ہے ایک یہ کہ ابو خالد نے وہم کیا ہے اور دوسرا یہ کہ سلیمان تیمی نے اور اصحاب قتادہ سے مخالفت کی ہے یعنی یہ فقرہ قتادہ کے اور اصحاب نے روایت نہین کیا ہے سو امر اول کا جواب تو یہ ہے کہ ابو خالد احمر وہ شخص ہے جس سے بخاری ومسلم سند لیتے ہین چنانچہ حافظ منذری نے اپنے مختصر مین ابو داؤد پر اعتراض کیا ہے اور لکھا ہے وهذا فيه نظر فان اباخالد الاحمر

ابو داؤد نے یہ فقرہ ... [margin note, partly illegible]

هذا هو سليمان بن حيان وهو من الثقات الذى احتج بهما البخارى ومسلم ومع هذا لم ينفرد بهذه الزيادة بل تابعه عليها ابو سعيد محمد بن سعد الانصارى (دیکھو نسائی مطبوعہ نول کشوری صفحہ ۱۰۷) یعنی ابوداؤد کے قول مین بحث ہے کیونکہ ابو خالد احمر یہ وہی سلیمان بن حیان ہے اور وہ ایسا ثقہ ہے کہ بخاری ومسلم نے اوس سے استدلال کیا ہے اور پھر وہ اکیلا بھی نہین ہے اس فقرے کے بڑھانے مین بلکہ اوسکی متابعت کی ہے ابو سعید محمد بن سعد انصاری نے اور علامہ ماردینی الجوہر النقی مین ابو خالد احمر کو ثقہ اور مستند ثابت کر کے لکھتے ہین وبهذا يظهر ان الوهم ليس من ابى خالد كما زعم ابو داؤد یعنی اس سے ظاہر ہوا کہ وہم ابو خالد سے نہین ہوا ہے جیسا کہ ابو داؤد کو شبہہ ہوا۔ باقی امر ثانی کی یہ کیفیت ہے کہ سلیمان تیمی نے سبکی مخالفت بھی نہین کی الجوہر النقی مین ہے وقد تابعه على روايته سعيد بن ابى عروبة وعمرو بن عامر فرواه عن قتادة كذلك اخرجه البيهقى من حديث سالم بن نوح عنهما فبطل قول ابى على خالف اصحاب قتادة كلهم یعنی سلیمان تیمی کی روایت پر متابعت کی ہے سعید بن ابی عروبہ وعمرو بن عامر نے بھی اسیطرح قتادہ سے روایت کی ہے نکالا اوسکو بیہقی نے سالم بن نوح کی حدیث سے اون دونون سے پس باطل ہوا ابو علی کا یہ قول کہ سلیمان نے سب اصحاب قتادہ سے مخالفت کی ہے اب ہم حدیث کی صحت اور دوسری قوی دلیلون سے ثابت کرتے ہین —

مسلم شریف مین اس فقرے کی نسبت لکھا ہے عندی صحیح یعنی یہ فقرہ میرے نزدیک صحیح ہے (دیکھو مسلم شریف مع نووی مطبوعہ مصر جلد ثانی صفحہ ۲۹) اور یہ مسلم ہو چکا کہ جس حدیث کو

بخاری یا مسلم صحیح لکھدین تو وہ بلاشبہہ صحیح ہی اور اس قاعدے سے غیر مقلدون کو بھی انکار نہین
امام احمد بن حنبل نے اس فقرے کو صحیح لکھا ہی چنانچہ علامہ زرقانی ابن عبد البر کا قول
نقل کرتے ہین ویشهد له قوله صلی الله علیه وسلم فی الامام واذا قرأ فانصتوا
صححه ابن حنبل فاین المذهب عن السنة وظاهر القرآن زرقانی جلد اول مطبوعہ
مصر صفحہ ۱۶۱ یعنی شاہد ہی اسپر قول رسول الله صلی الله علیه وسلم کا امام کے بارے مین واذا قرأ
فانصتوا صحیح کیا ہی اسکو ابن حنبل نے پس کہان جانے کی جگہ ہی حدیث سے اور ظاہر قرآن سے
امام ابن حزم نے بھی اسکو صحیح لکھا ہی الجوہر النقی مین ہی قلنا وابن حزم صحیح حدیث
ابن عجلان یعنی کہتے ہین ہم کہ امام ابن حزم نے صحیح لکھا ہی ابن عجلان کی حدیث کو امام ابن
خزیمہ نے بھی اس حدیث کو صحیح لکھا ہی بنایہ مین ہی وصحح ابن خزیمة حدیث ابن عجلان
المذکور فیه تلك الزیادة بنایہ مطبوعہ نولکشوری جلد اول صفحہ ۷۱۱ یعنی ابن خزیمہ
نے ابن عجلان کی حدیث کو جس مین یہ بڑھا ہوا فقرہ مذکور ہی صحیح لکھا ہی آپ آؤ اصول حدیث سے
جانچ کرین اصول حدیث کا یہ ایک قاعدہ مسلمہ ہی کہ جب راوی کوئی فقرہ دوسرے راویون سے
زیادہ روایت کرے تو یہ دیکھین گے کہ جس راوی نے وہ فقرہ بڑھایا ہی ثقہ ہی یا نہین در صورت اول
وہ فقرہ زائد صحیح مانین گے امام نووی لکھتے ہین زیادات الثقة مقبولة مطلقا عند
الجماهیر من اهل الحدیث والفقه والاصول نووی بر مسلم جلد اول مطبوعہ مصر
صفحہ ۲۰۱ یعنی ثقہ کی زیادتی مقبول ہی عموما جمہور محدثین وفقہا واصولیین کے نزدیک اور جب
ثابت ہوا کہ ابو خالد احمر ثقہ ہی اور بخاری ومسلم اوس سے سند لاتے ہین تو اوسکا فقرہ

بڑھایا ہوا خواہ نخواہ مقبول ہوگا اور اسی طرح سے ابن عجلان کی زیادتی بھی مقبول ہوگی کیونکہ وہ خود ثقہ ہی اور دوسرے راویون نے اوسکی متابعت بھی کی ہی الجوہر النقی مین ہی ابن عجلان وثقہ العجلی وفی الکمال لعبد الغنی ثقة کثیر الحدیث وذکر الدارقطنی ان اخرج له مسلم اخرج له فی صحیحه فهذا احکام زیادة ثقة وقد تابعه علیها خارجة ابن مصعب ویحیی بن العلاء کما ذکره البیهقی انتهی یعنی ابن عجلان کو عجلی نے ثقہ لکھا ہی اور عبد الغنی کی کمال مین ہی کہ وہ ثقہ اور کثیر الحدیث ہی اور دار قطنی نے ذکر کیا ہی کہ مسلم نے اپنی صحیح مین اوسکی حدیث نکالی ہی پس یہ جیسا کہ گذرا ثقہ کی زیادتی ہی اور اوسکی متابعت خارجہ بن مصعب و یحیی بن العلا نے کی ہی جیسا کہ بیہقی نے ذکر کیا غرض اس حدیث کی صحت مین اب کسی محقق کو کیا بلکہ عامیون کو بھی شک نکرنا چاہیے ہمنی اس بحث کو ذرا طول دیا ہی تاکہ دیکھین کہ حضرات غیر مقلدین کے اعتراضات اکثر ناواقفی سے ہوتے ہین اور یہ بھی معلوم ہو کہ عمل بالحدیث کرنے کے لیے ذرا علمیت اور واقفیت درکار ہی اب تیسری حدیث اور سنیے جس سے اور حدیثون کی توضیح ہو جاویگی عن جابر عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من صلی خلف الامام فان قراءة الامام له قراءة (موطا امام محمد) یعنی فرمایا رسول الله صلی الله علیه وسلم نے کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہی اس حدیث مین تصریح ہوگئی کہ مقتدی پر قراءت اس وجہ سے نہین ہی کہ امام کی قراءت یہ خود مقتدی کی قراءت ہی اب اس حدیث کی صحت کی کیفیت سنو امام محمد رح نے اس حدیث کو اس طریقے

سے روایت کیا ہے اخبرنا ابو حنیفۃ قال حدثنا ابو الحسن موسی بن ابی عائشۃ
عن عبد اللہ بن شداد عن جابر اس طریقے میں ایک راوی تو امام ابو حنیفہ صاحب
ہیں دوسرے راوی ابو الحسن موسی بن ابی عائشہ ہیں جنکی نسبت علامہ بدر الدین عینی لکھتے
ہیں وابو الحسن موسی بن ابی عائشۃ الکوفی من الثقات الاثبات ومن رجال الصحیحین
(بنایہ جلد اول صفحہ ۹۷) یعنی ابو الحسن موسی بن ابی عائشہ کوفی ثقات اثبات سے ہے اور بخاری و
مسلم کے رجال میں سے ہے اور مولانا مولوی محمد عبد الحی صاحب زاد فیضہ تقریب التہذیب سے
تعلیق ممجد میں نقل کرتے ہیں ثقۃ عابد یعنی وہ ثقہ اور عابد ہے (موطا امام محمد مصطفائی صفحہ
۹۵) اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں قال الحمیدی عن ابن عیینۃ حدثنا موسی بن ابی
عائشۃ وکان من الثقات وقال اسحق بن منصور عن ابن معین ثقۃ یعنی کہا حمیدی
نے ابن عیینہ سے حدیث کی ہمسے موسی بن ابی عائشہ نے اور ثقات سے تھے اور کہا اسحق بن منصور
نے ابن معین سے کہ وہ ثقہ ہے اور تیسرے راوی عبد اللہ بن شداد بن الہاد جنکی نسبت حافظ
ابن حجر لکھتے ہیں عبد اللہ بن شداد بن الہاد اللیثی ابو الولید المدنی ولد علی
عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وذکرہ العجلی من کبار التابعین الثقات (تقریب التہذیب
مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۳۲) یعنی عبد اللہ بن شداد بن الہاد اللیثی ابو الولید المدنی پیدا ہوے رسول اللہ صلے
علیہ وسلم کے زمانے میں اور عجلی نے اونکو بڑے ثقہ تابعیوں سے ذکر کیا ہے چوتھے راوی جابر صحابی
ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اسی حدیث کو مصنف ابن ابی شیبہ میں اس
طریقے سے روایت کیا ہے حدثنا مالک بن اسمعیل عن الحسن بن صالح عن ابی الزبیر عن

عابد اس طریقے مین جابر کو چھوڑ کر تین راوی ہین مالک بن اسمعیل جنکو حافظ ابن حجر نے لکھا ہے ثقة متقن صحیح الکتاب عابد (تقریب التہذیب صفحہ ۳۳۴) یعنی ثقہ متقن صحیح الکتاب پرہیزگار ہے حسن بن صالح جنکو تقریب کے صفحہ ۵۵ مین لکھا ہے ثقة فقیه عابد رمی بالتشیع یعنی ثقہ اور فقیہ پرہیزگار ہے اور اوسپر شیعہ پن کا الزام لگایا گیا ہے باقی یہ اعتراض کہ شیعہ پن کے گمان سے اوسکی روایت غیر مقبول ہے قواعد حدیث کی ناواقفی پر دلالت کرتا ہے امام نووی صاحب شیعون وغیرہ کی روایت کی بنسبت اختلاف نقل کرکے لکھتے ہین ومنهم من قال تقبل اذا لم یکن داعیة الی مذهبه ولا تقبل اذا کان داعیة وهذا مذهب کثیرین او الاکثر من العلماء وهو الاعدل الصحیح (نووی شرح مسلم مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۳۳) یعنی اون لوگون مین سے وہ لوگ ہین جنھون نے کہا ہے کہ قبول کیجاوے گی روایت اگر وہ روایت اوسکے مذہب کیطرف نہ لیجاوے اور اگر لیجاوے تو غیر مقبول ہوگی اور یہی مذہب اکثر علما کا ہے اور یہی ٹھیک اور صحیح مذہب ہے اور حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب مین ابن سعد کا قول نقل کیا ہے کان ناسکا عابدا فقیها حجة صحیح الحدیث یعنی طاعت گذار پرہیزگار فقیہ حجۃ حدیث مین صحیح ہے۔ دیکھو ابن سعد نے حسن بن صالح کو قابل استدلال اور صحیح الحدیث لکھا ہے باوجودیکہ آگے چلکر اونکو شیعہ بھی لکھا ہے ابو الزبیر انکا نام محمد بن مسلم الاسدی ہے جسکو علامہ زرقانی لکھتے ہین صدوق روی له الجمیع وله فی الموطا ثمانیة احادیث (زرقانی شرح موطا امام مالک جلد اول صفحہ ۲۶۱ مطبوعہ مصر) یعنی وہ سچے ہین اور سب لوگون نے اون سے روایت کی ہے اور موطا مین اونکی آٹھ حدیثین ہین اور تہذیب التہذیب مین ہے قال الساجی صدوق حجة

فے الاحکام قد روی عنه اهل النقل وقبلوه واحتجوا به یعنی کہا ساجی نے کہ وہ سچے ہین اور دلیل ہین احکام مین روایت کی اونسے نقل والون نے اور قبول کیا اونکو اور حجت پکڑی ہے اونسے غرض یہ دونون طریقے صحیح اور معتمد ہین اسیواسطے پہلے طریقے کو علامہ ابن الہمام لکھتے ہین واسناد حدیث جابر الاول صحیح علی شرط الشیخین یعنی جابر کی پہلی حدیث کی اسناد صحیح ہے بخاری ومسلم کی شرط پر اور طریقۂ ثانی کی نسبت الجوہر النقی مین ہے ہذا سند صحیح یعنی یہ سند صحیح ہے بیان ابھی حضرات غیر مقلدین سطلب حدیث مین جب کوئی تصرف نکر سکے تو حدیث کو ضعیف ثابت کرنے پر آمادہ ہوے اونکے اعتراض کی تفصیل یہ ہے کہ اس حدیث کو دارقطنی نے بہت طریقون سے روایت کیا ہے اور ہر طریقے کو ضعیف لکھا ہے چنانچہ منتقی الاخبار مین ہے کہ اس حدیث کے سب طریقون کو دارقطنی نے ضعیف ثابت کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے بھی تلخیص مین لکھا ہے کہ اسکے سب طریقے معلول اور ضعیف ہین اور بیہقی نے لکھا ہے کہ حدیث مرفوعاً نہین ثابت ہے البتہ مرسلاً ثابت ہے جواب اصل یہ ہے کہ دارقطنی نے سب طریقون کو مفصلاً ضعیف لکھا ہے پس اصل ضعیف کرنیوالا دارقطنی ہے اور باقی حضرات اوسیکی سند لاتے ہین یا وہی وجہ ضعیف بیان کرتے ہین جو دارقطنی نے ذکر کی ہے پس آؤ دیکھین کہ وہ طریقہ جو موطا سے منقول ہوا اوسکو دارقطنی نے کیون ضعیف لکھا ہے دارقطنی اس طریقے کی نسبت لکھتے ہین کہ وهذا الحديث لم يسنده عن جابر بن عبد الله غير ابی حنيفة والحسن بن عمارة وهما ضعيفان وقد رواه سفيان الثوری وابو الاحوص وشعبة واسرائيل وشريك وابو خالد وسفيان

ابن عیینة وغیرھم عن موسی بن ابی عائشة عن عبد الله بن شداد عن النبی صلی الله علیه وسلم مرسلا وھو الصواب اب اس عبارت مین دار قطنی نے دو وجہ ضعف حدیث کی بیان کی ایک یہ کہ اس حدیث کو جابر بن عبد اللہ کی سند سے بجز ابو حنیفہ اور حسن بن عمارہ کے اور کسی نے نہین بیان کیا اور ابو حنیفہ وحسن ضعیف ہین سو یہ وجہ ضعف تو ایسی ہے کہ خود دار قطنی پر اعتماد باقی نہین رہتا کیا معنی کہ امام ابو حنیفہ صاحب کو ضعیف کہنا کتنی بڑی غلطی ہے اسیوجہ سے علما نے صاف لکھا ہے کہ دار قطنی کی یہ نہایت بے ادبی اور بیباکی ہے چنانچہ علامہ بدر الدین عینی اور علامہ ابن الھمام اور عبد العلی بحر العلوم ودیگر علما نے دار قطنی کی گرفت کی ہے افسوس کہ یہ رسالہ مختصر لکھنا منظور ہے ورنہ ہم فضائل امام اور راوی کا ثقہ اور عادل ہونا بہت سی کتابون سے ثابت کرتے ناظرین کو چاہیے کہ تبییض الصحیفہ مصنفہ حافظ جلال الدین سیوطی وتاریخ ابن خلکان اور خیرات الحسان واحیاء العلوم کیطرف رجوع کرین اور فضائل امام کو ملاحظہ فرماوین یہ بھی واضح ہو کہ ایسے امامون کی شان مین اس قسم کے اعتراضات سے کچھ خلل نہین پڑتا ورنہ کسی امام پر اعتبار نہ رہے یحیی ابن معین نے امام شافعی کی نسبت اور شعبی نے امام نخعی پر اور ابن ابی ذویب نے امام مالک پر جرح وقدح کی ہے مگر اس سے اون حضرات کا ضعیف الروایۃ ہونا ثابت نہین ہوتا پس ظاہر ہوا کہ یہ وجہ ضعف حدیث کی ہرگز صحیح نہین ہوسکتی باقی دوسری وجہ ضعف کی دار قطنی نے یہ بیان کی ہے کہ اس حدیث کو سفیان ثوری وابو الاحوص وشعبہ واسرائیل وشریک وابو خالد وغیرہم نے مرسلا روایت کیا ہے

نہ مرفوعا لیس یہ حدیث مرفوع نہو گی مگر یہ اعتراض بھی بالکل بے بنیاد ہے چنانچہ علامہ ابن الہمام نے اس حدیث کا کئی اور
طریقوں سے مرفوعا مروی ہونا ثابت کرکے لکھا ہے فهو لاء سفیان وشریک وجریر وابو الزبیر رفعوہ
بالطرق الصحیحة فبطل عدهم فیمن لم یرفعه یعنی ان لوگون نے سفیان و شریک و جریر و ابو الزبیر نے اس
حدیث کو صحیح طریقوں سے مرفوع روایت کیا ہے پس ان لوگوں کا اونمیں شمار کرنا جنھوں نے رفع نہیں
کیا ہے باطل ہوا (دیکھو فتح القدیر جلد اول صفحہ ۱۳۹) غرض اولا تو امام ابو حنیفہ صاحب رح کے سوا بھی دوسرے
راویون نے اس حدیث کو مرفوع روایت کیا ہے چنانچہ دوسرا طریقہ جو ہمنے مصنف ابن ابی
شیبہ سے نقل کیا مرفوع ہے اور امام ابن الہمام نے بھی وہ طریقے نقل کیے ثانیا دوسرے راویون
نے نہ بھی روایت کی ہوتی تو بھی صرف امام ابو حنیفہ صاحب رح کا روایت کرنا کافی تھا اور صحیح ہے
کہ غیر مقلدین زبانی دعوا عدم تقلید کا کرتے ہین ورنہ دراصل ان سے زیادہ مقلد کوئی نہیں ایک
ذرا کسی سے سن پایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے تو پھر اب تحقیق سے انکو کچھ غرض نہیں رہتی نہ دیکھتے ہین
کہ فی الواقع بھی وجہ ضعف پائی جاتی ہے یا نہیں — اب ہم غیر مقلدونکی طرف سے جو حدیثیں پیش ہوتی ہیں
اونکا ذکر کرینگے اور تحقیق اور تدقیق کے مراتب طے کرینگے واضح ہو کہ جو حدیثیں غیر مقلدونکی
طرف سے پیش ہین وہ دو قسم کی ہین ایک وہ جنمیں عام طور سے وجوب قرات فاتحہ کا ذکر ہے
مثلا یہ حدیثیں لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب یعنی اوسکی نماز نہیں
ہوتی جو الحمد للہ نہ پڑھے یا یہ حدیث من صلی صلوة لم یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج
ثالثا یہ حدیثیں صحیح اور ہمکو تسلیم ہین مگر اس سے اونکا مدعا نہیں ثابت ہوتا کیونکہ ہم بھی کہتے ہین کہ قرات فاتحہ ہر شخص کو
چاہیے مگر ہمکو رسول اللہ صلعم نے بتا دیا کہ جو شخص مقتدی ہو اوسکی قرات یہی ہے کہ امام قرات کرتا ہے پس مقتدی

بھی قراءت کرتا ہی مگر اوس طور پر کہ اوسکے لیے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا یعنی امام کی قرارت سے نہ خاص اپنی قرارت سے چنانچہ جابر بن عبد اللہ
صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و امام احمد بن حنبلؒ و دیگر علما نے بھی یہی سمجھا ہی ترمذی
شریف میں ہی واما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب اذا کان وحده واحتج بحدیث جابر
ابن عبد اللہ حیث قال من صلی رکعة لم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا ان یکون
وراء الامام قال احمد فهذا رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تأول
قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب ان هذا
اذا کان وحده یعنی لیکن امام احمد بن حنبل نے پس کہا کہ اس قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے معنی لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب (یعنی اوسکی نماز نہین ہوتی جو الحمد نہ پڑھے)
یہ ہین کہ جب کوئی شخص اکیلا نماز پڑھے (یعنی مقتدی کو خود قراءت کرنا ضروری نہین) اور استدلال
کیا حدیث جابر سے کہ کہا اونھون نے جو شخص کوئی رکعت بغیر الحمد للہ کے پڑھے تو نماز نہ ہوگی
مگر جب کہ وہ امام کے پیچھے ہو کہا امام احمد بن حنبل نے یہ (یعنی جابر بن عبد اللہ) ایک صحابی ہین رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے مطلب نکالا آنحضرت کی حدیث لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب کا کہ یہ جب ہی کہ پڑھنے والا
تنہا ہو اور حضرت عبد اللہ بن عمر سے جو بڑے صحابی اور نہایت متبع سنت تھے جب سوال ہوا کہ قراءت
خلف الامام مین آپ کیا فرماتے ہین تو آپنے کہا تکفیک قراءة الامام یعنی تجھکو امام کا پڑھنا کافی ہی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود
نے بھی یہی جواب دیا کہ سیکفیک ذاک الامام یعنی اسکیلیے امام کافی ہی دیکھو موطا امام محمد مصطفائی صفحہ ۹۸ و ۹۹ الغرض مقتدی کو

خاص کرکے جب خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ اوسکو امام کی قراءت کافی ہی تو
اس حدیث کا جو غیر مقلدون کیطرف سے پیش ہی مطلب بھی ظاہر و واضح ہوگیا۔ اور زیادہ تر توضیح اس
مطلب کی اقوال صحابہ سے ہوگئی اب رہی وہ حدیث جسمین بتصریح قراءت فاتحہ کا حکم مقتدی کے
لیے وارد ہی وہ یہ ہی عن عبادۃ بن الصامت قال صلی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الصبح فثقلت علیہ
القراءۃ فلما انصرف قال انی اراکم تقرؤن وراء امامکم قال قلنا یا رسول اللہ
ای واللہ قال لاتفعلوا الا بام القرآن فانہ لاصلوۃ لمن لم یقرأ بہا (ترمذی بنقص) یعنی عبادہ سے
روایت ہی کہ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی پس گران ہوا آپ پر پڑھنا پس جب
پھرے آپ تو فرمایا کہ مین دیکھتا ہون کہ تم لوگ امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو کہا عبادہ نے
پس کہا ہم لوگون نے ہان بخدا اے رسول اللہ آپنے فرمایا کہ نہ پڑھو مگر الحمد للہ کیونکہ بے اوسکے
نماز نہین ہوتی۔ اور اس حدیث کو ترمذی نے حسن لکھا ہی اور دارقطنی نے کہا کہ اسناد اسکی اچھی ہی
اور رجال اسکے ثقات ہین اور خطابی نے کہا اسناد اسکی عمدہ ہی اور کہا حاکم نے اسناد
اسکی مستقیم ہی واضح ہو کہ اس حدیث کو بہت سے علما نے صحیح بھی لکھا ہی اور بہتون نے ضعیف چنانچہ
علامہ زیلعی لکھتے ہین ضعفہ احمد و جماعۃ (دلیل قوی) یعنی اس حدیث کو ضعیف کہا ہی امام احمد
ابن حنبل اور ایک گروہ نے اور یحیی بن معین نے کہا ہی کہ اس حدیث کا جملہ استثنائیہ صحیح نہین
(دلیل قوی) تو ایسی حالت مین ہمکو خوب بھی تحقیق کرنا چاہیے اور اصول حدیث پر عمل کرنا چاہیے اور
یہ بھی واضح ہو کہ اس حدیث مین اختلاف کی وجہ یہ ہی کہ اسکے طریقے مین محمد بن اسحق بن
یسار واقع ہی چنانچہ ترمذی سے یہ حدیث جو منقول ہوئی اور جسکو ترمذی مین حسن لکھا ہی

اوسمین بہی یہی محمد بن اسحٰق واقع ہوا اور محمد بن اسحٰق خود مختلف فیہ ہیں جو لوگ کہ اوسکو ثقہ اور عادل جانتے ہین یعنی ترمذی و دار قطنی و خطابی وغیرہ وہ لوگ حدیث کو بھی صحیح کہتے ہین اور جو لوگ محمد بن اسحٰق کو ضعیف اور غیر مستند جانتے ہین وہ حدیث کو بھی ضعیف کہتے ہین ہیں آؤ دیکھین کہ محمد بن اسحٰق خود کیسا ہی اور اصول حدیث کے مطابق قابل سند ہی یا نہین پس واضح ہو کہ یحیی قطان نے جنکو سارے ائمہ نے قابل سند تسلیم کیا ہی لکھا ہی کہ جسکو یحیی قطان چھوڑ دین گے ہم لوگ بھی اسکو چھوڑ دینگے محمد بن اسحاق کی نسبت لکھا ہی کہ اشهد ان محمد بن اسحٰق کذاب میزان الاعتدال یعنی مین اس بات کی گواہی دیتا ہون کہ محمد بن اسحاق بڑا جھوٹا ہی اور اسیطرح سے سلیمان تیمی نے اوسکو کذاب لکھا ہی اگرچہ امام مالک نے بہی اوسکو دجال لکھا ہی کما فی میزان الاعتدال اور دارقطنی نے کہا اوسکے ساتھہ حجت پکڑنا نہین ہوسکتا اور نسائی نے کہا کہ قوی نہین ہے (دیکھو عبد العلی بر سلم نول کشوری صفحہ ۱۴۴) مگر ہم صرف یحیی قطان سے دلیل لاتے ہین کیون کہ انکا جرح مفسر ہی اور یہ قواعد حدیث مین سے ہی کہ جب کسی شخص کو چند آدمی عادل اور ثقہ کہین اور چند آدمی اوسکو ضعیف اور ناقابل استناد کہین تو اگر کوئی شخص عارف بالاسباب اور مستند بوجہ تفصیلی ضعیف کہتا ہی تو اعتبار ضعف کا ہوگا قال الحافظ بن حجر فی شرح نخبة الفکر والجرح مقدم علی التعدیل واطلق ذلک جماعة ولکن محلہ ان صدر مبینا من عارف باسبابه لانه ان کان غیر مفسر لم یقدح فیمن ثبت عدالته وان صدر من غیر عارف بالاسباب لم یعتبر به ایضا یعنی کہا حافظ بن حجر نے شرح نخبة الفکر مین کہ جرح مقدم ہی

تعدیل پر یعنی جب کسی آدمی کو چند آدمی اچھا اور مستند کہین اور چند لوگ اوسکو برا اور ناقابل
اعتبار بتاوین تو مقدم یہی رکھا جاوے گا کہ وہ ناقابل اعتبار ہے اور عام رکھا ہے اس بات
کو ایک جماعت نے لیکن اسکا موقع یہ ہے کہ جب وہ جرح مفسر ہو اور اس شخص کا جو اسباب
جرح کا پرکھنے والا ہے کیونکہ اگر مفسر نہوگا تو اوس شخص کے لیے کچھ مضر نہوگا جسکی عدالت ثابت
ہو چکی ہے اور اگر ایسے شخص سے وہ جرح صادر ہو جو اسباب جرح کو نہین جانتا تو اس جرح کا بھی
اعتبار نہوگا اور یہ مسلم ہے کہ یحیی قطان اسباب جرح کا بڑا واقف ہے چنانچہ تہذیب التہذیب
مین ہے قال ابراهیم بن محمد التیمی ما رأیت اعلم بالرجال من یحیی القطان
یعنی کہا ابراہیم تیمی نے کہ مینے کسیکو یحیی قطان سے زیادہ رجال کا واقف نہین دیکھا اور نیز
اوسی مین ہے کہ امام احمد نے کہا کہ بخدا ہمنے یحیی قطان کا مثل نہین دیکھا۔ اور یہ بھی مسلم ہے
کہ کذاب کا لفظ جرح مفسر ہے پس محمد بن اسحق لامحالہ ضعیف اور ناقابل اعتبار ہوگا۔
قطع نظر اسکے محمد بن اسحق مدلس ہے اور مدلس ہونا حدیث کی روایت مین ایک خاص قسم کا عیب ہے
چنانچہ تقریب کے صفحہ ۲۱۵ مین بھی اوسکو مدلس لکھا ہے اور علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہین
وفی حدیث عبادة محمد بن اسحٰق بن یسار وهو مدلس قال النووی
لیس فیه الا التدلیس (بنایہ جلد اول صفحہ ۱۱۷) یعنی حدیث عبادہ مین محمد بن
اسحٰق بن یسار ہے اور وہ مدلس ہے کہا نووی نے اوسمین نہین ہے مگر تدلیس اور یہ بھی مسلم ہے
کہ مدلس جب لفظ عن سے روایت کرے تو وہ روایت متصل نہین سمجھی جاوے گی اور یہ
روایت جو محمد بن اسحٰق سے ترمذی وغیرہ مین مذکور ہے اوسمین محمد بن اسحٰق نے لفظ

عن سے روایت کی ہے پس یہ روایت ضرور منقطع ہوگی اور قابل حجت نہوگی چنانچہ علامہ بدرالدین
عینی لکھتے ہین قلنا المدلس اذا قال عن فلان لا یحتج بحدیثه عند جمیع
المحدثین مع انه قد کذبه مالک وضعفه احمد وقال لا یصح الحدیث
عنه وقال ابو زرعة الرازی لا یقضی له بشئ (بنایہ جلد اول صفحہ ۱۷۱) یعنی
کہتے ہین ہم کہ مدلس جب عن فلان سے کہے تو اوسکی حدیث حجت نہوگی سب محدثون
کے نزدیک باینہمہ کہ اوسکو (یعنی محمد بن اسحق کو) مالک نے جھوٹا کہا ہے اور امام احمد نے ضعیف
بیان کیا ہے اور کہا کہ اوس سے حدیث کرنا صحیح نہین اور کہا ابو زرعہ رازی نے کہ اوسکی
کسی شی کا اعتبار نہین کیا جا سکتا یہی وجہ ہے کہ ابن الملقن نے جب دیکھا کہ اس حدیث
کو خطابی وغیرہ صحیح بتاتے ہین اور محمد بن اسحق بھی روایت مین موجود ہے تو خود یہ اعتراض
کرکے ایک جواب تاویلی ناقابل اعتبار دیا چنانچہ لکھتے ہین فان قلت فی اسناده محمد
ابن اسحق وهو مدلس فکیف یکون حسنا فالجواب ان الدار قطنی
والبیهقی وابن حبان رووا باسانید هو عن ابن اسحق فزال ذلک
(دلیل آئی صفحہ ۱۱) یعنی اگر کہے تو کہ اس حدیث کی اسناد مین محمد بن اسحق ہے اور وہ مدلس ہے پھر
حدیث کیونکر حسن ہوگی سو جواب یہ ہے کہ دارقطنی اور بیہقی اور ابن حبان نے
روایت کیا اوسکو محمد بن اسحق سے پس زائل ہوگیا یہ امر دیکھو اتنا تو ابن الملقن کو
بھی تسلیم ہے کہ اس روایت مین محمد بن اسحق مدلس واقع ہے باقی جواب کیا دیتے ہین کہ چونکہ
دارقطنی وغیرہ نے اس سے روایت کی تو یہ بات جاتی رہی آ انصاف کا مقام ہے کہ جب دارقطنی

جواب

وبیہقی وغیرہ اپنی کتابون مین موضوع اور ضعیف حدیثین بیسیکڑون روایت کرتے ہین تو اونکی روایت
کر دینے سے یہ روایت کیونکر صحیح ہو جاویگی اور محمد بن اسحاق کا عیب کیسے جاتا رہیگا تنبیہ
قلت نظر اور خیانت فی النقل کی شکایت ہمکو نہ صرف ان نوآموز طلباے غیر مقلدین سے ہے
بلکہ خود رئیس الطائفہ جناب مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کا بھی یہی حال ہے چونکہ
مولوی صاحب موصوف کی دوسری خیانتون اور چالاکیون کا ذکر اس مقام پر خلاف موقع ہے اسلیے
ہم یہان صرف وہی خیانت مولوی صاحب کی دکھاتے ہین جو اس مقام سے تعلق رکھتی ہے یہی محمد
ابن اسحاق بن یسار علتین کی حدیث مین واقع ہے چنانچہ مولوی صاحب موصوف اوس
حدیث کو ترمذی سے نقل فرماتے ہین اور محمد بن اسحاق جو ترمذی کے طریقے مین تیسرا راوی
ہے اوسکی نسبت تقریب التہذیب سے نقل کرتے ہین صدوق (دیکھو معیار الحق مطبوعہ
لاہور صفحہ ۱۴۴) اس خیانت کو دیکھو کہ اوسی تقریب مین صدوق کے بعد یہ عبارت مذکور
ہے یدلس ورمی بالتشیع والقدر (تقریب صفحہ ۲۱۵ سطر ۳) یعنی وہ تدلیس کرتا تھا
اور تشیع اور قدریہ ہونیکا اوسپر الزام لگایا گیا ہے مولوی صاحب موصوف نے صرف صدوق
نقل کیا باقی عبارت کو جس سے محمد بن اسحاق کا ضعف ثابت ہوتا تھا اوڑا دیا اور خیال
کیا کہ اوسکا مدلس ہونا اسواسطے نہین نقل کیا کہ مدلس کی روایت جو لفظ عن سے ہوتی ہے مقبول
نہین ہوتی جیسا کہ اوپر گذر چکا پس مولوی صاحب نے سوچا کہ اگر اوسکا مدلس ہونا نقل کرتے
ہین تو یہ طریقہ حدیث کا قابل اعتبار نہوگا کیونکہ اوسمین محمد بن اسحاق نے لفظ عن سے روایت
کی ہے غرض کہ کس کس کی شکایت کیجاوے این خانہ تمام آفتاب است انشاء اللہ تعالے

کسی خاص تصنیف مین ان حضرات کی صرف چالاکیان اور خیانتین ظاہر کیجاوینگی واضح ہو کہ
یہ حدیث ابوداود مین اور دو طریقون سے مروی ہی ایک مین نافع بن محمود واقع ہی اور
وہ مجہول ہی چنانچہ تقریب التہذیب مین ہی مستور من الثالثة
یعنی وہ پوشیدہ حال ہی طبقۂ ثالثہ سے (تقریب صفحہ ۲۰۲) اور الجوہر النقی مین ہی
قال ابن عبد البر مجہول وقال الطحاوی لا یعرف یعنی کہا ابن عبد البر نے
کہ وہ مجہول ہی اور کہا طحاوی نے نہین پہچانا جاتا ہی وہ اور دوسرے طریقے مین مکحول
نے عبادہ سے روایت کی ہی اور لطف یہ کہ مکحول کو عبادہ سے ملاقات نہین ومکحول
قد سمع من واثلة بن الاسقع وانس بن مالك وابی هند الدارمی و
یقال انه لم یسمع من احد من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم الا من هؤلاء
الثلثة قاله الترمذی شریف مطبوعہ احمدی بار ثانی صفحہ ۸۲ جلد ثانی یعنی مکحول نے سنا ہی واثلہ
ابن الاسقع اور انس بن مالک اور ابو ہند دارمی سے اور کہا جاتا ہی کہ مکحول نے
بجز ان تینون کے اور کسی صحابی سے نہین سنا ہی دیکھو ان تینون مین عبادہ کا نام
نہین ہی اور حافظ ابن حجر نے تہذیب مین لکھا ہی قال ابو بکر البزار روی
مکحول عن جماعة من الصحابة عن عبادة وابی الدرداء وحذیفة و
ابی هریرة وجابر ولم یسمع منهم یعنی کہا ابو بکر بزار نے روایت کی مکحول نے ایک
گروہ صحابہ سے عبادہ اور ابو درداء اور حذیفہ اور ابو ہریرہ اور جابر سے
اور نہ سنا کسی سے نہین پس جب مکحول کو عبادہ سے ملاقات نہ ٹھیری تو حدیث متصل

نہ باقی رہی اور منقطع ہو جائے گی غرض یہ حدیث کسی طرح لائق اعتماد اور قابل استناد نہیں ہے

اب ہم امر ثانی کی طرف توجہ کرتے ہین

امر ثانی

ہمنے اس رسالے کے مختلف مقامات مین حضرات غیر مقلدین کی چالاکی اور فریب کا ذکر کیا ہے مگر خاص اس بحث مین ہم صرف ان حضرات کی دروغ گوئی کی کیفیت عرض کرینگے اور ناظرین کو دکھلائینگے کہ یہ لوگ کسقدر جھوٹ اور افترا عمل مین لاتے ہین اس بارے مین یعنی قراءت فاتحہ مین ہم نے حضرت مجتہد العصر جناب مولوی **نذیر حسین صاحب** و دیگر مشاہیر کی تصانیف کو ہم پونہچانا چاہا مگر اونکی کوئی تحریر اس بارے مین نہین تھی مجبوراً میان **محی الدین** و میان **سلامت اللہ جیراجپوری** پر اکتفا کرتے ہین محی الدین نے اس مسلے کو **بلاغ المبین** مین لکھا ہے اور میان سلامت اللہ نے **میزان الحق** مین جو اونکے ایک شاگرد کے نام سے چھپی ہے اب ہم تفصیلاً اون اکاذیب کا ذکر کرتے ہین پہلا دروغ **قال** باقی رہا استدلال اس آیت سے عدم جواز قراءت فاتحہ خلف الامام پر تو اوسکو تو جناب مولوی صاحب نے آپ ہی صفحہ مین باطل کر دیا ہے اور اس آیت کو آیت فاقرءوا ما تیسر من القرآن سے متعارض ٹھہرا کر حکم اوسکا بقاعدہ اذا تعارضا تساقطا ساقط کر دیا ہے اگرچہ حکم اس آیت کا تو جمیع اہل اصول حنفیہ بسبب اسی تعارض کے ساقط کرتے چلے آئے ہین پر ہمکو تو مولوی صاحب کی تحریر سے تمسک کرنا کافی ہے اور گو مولوی صاحب سارے علمائے حنفیہ سے انتہی **اقول** اس دروغ بے فروغ کو دیکھو کہ اس شخص نے سارے علمائے حنفیہ کو اس دعوے مین شامل کر لیا

علماے حنفیہ تو آیت فاقرؤا کو اس حدیث سے من صلی خلف الامام فقراءة الامام
له قراءة خاص کر لیتے ہیں اور تحریر فرماتے ہیں کہ آیت فاقرؤا مقتدیوں سے متعلق نہیں کیونکہ
مقتدی کے لیے امام کی قرارت خود کافی ووافی ہے چنانچہ علامہ ابن الہمام اس حدیث من
صلی خلف الامام الخ کی بحث میں لکھتے ہیں فاذا صح وجب ان یخص عموم
الآیة والحدیث علی طریقة الخصم مطلقا فیخرج المقتدی وعلی طریقتنا
یخص ایضا (فتح القدیر نولکشوری جلد اول صفحہ ۱۳۹) یعنی جب وہ حدیث صحیح ہوئی تو
ضرور ہوا کہ عموم آیت کی تخصیص کیجاوے اور حدیث خصم کے طریقے پر ہی مطلقا پس خارج ہوگا
مقتدی اور ہمارے طریقے پر بھی خاص کیجاوے گی دیکھو علامہ ابن الہمام جو بڑے اصولی حنفی
ہیں لکھتے ہیں کہ آیت فاقرؤا مقتدی کے لیے نہیں ہے پھر فرمائیے کہ واذا قرئ القرآن الخ
سے کیا تعارض رہا۔ اور اسی قسم کی توجیہ علامہ بدر الدین حنفی سے پہلے گذر چکی آیت کی بحث
میں دیکھو اور صاحب کافی لکھتے ہیں لنا قوله تعالى واذا قرئ القرآن الخ (منقول از
الدلیل القوی) یعنی ہماری دلیل اللہ تبارک کا یہ قول ہے واذا قرئ القرآن الخ اور علامہ
عینی لکھتے ہیں اس آیت کے استدلال میں هذه حجة صریحة فی ان المقتدی لا یجب
علیه ان یقرأ خلف الامام اصلا علی الشافعی (از دلیل قوی) یعنی یہ آیت ایک
صریح دلیل ہے اس بات پر کہ مقتدی کو قرارت فاتحہ اصلا نہیں واجب ہے شافعی
کے مقابل میں غرض تمام اہل اصول تو اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اور ہمارے
حضرت مجتہد میاں سلامت اللہ صاحب اپنے ساتھ سبکو لے ڈوبے اگر بحث میں تو وہی

چار حنفیون کا قول دکھلا دین دوسرا دروغ قال مولوی صاحب اس حدیث کے ہر طریقے مین
ابوالحسن کوفی پڑے ہوے ہین (میزان الحق صفحہ ۷۲) اس حدیث کی بحث مین من
صلی خلف الامام فقراءۃ الامام له قراءۃ انتہی یہ بھی صریح جھوٹ ہے ایک طریقہ ہینے
جو مصنف سے اصل کتاب مین نقل کیا ہے اوسمین ابوالحسن کا نام ونشان بھی نہین
اور ایک اور طریقہ موطا امام محمد مین مذکور ہے اوسمین بھی ابوالحسن نہین ہے چنانچہ وہ یہ ہے
قال محمد حدثنا الشیخ ابو علی قال حدثنا محمود بن محمد المروزی
قال حدثنا سهل بن العباس الترمذی قال اخبرنا اسمعیل بن علیة
عن ایوب عن ابی الزبیر عن جابر عبد الله قال قال رسول الله صلی
الله علیه وسلم من صلی خلف الامام فان قراءة الامام له قراءة (موطا
مصطفائی صفحہ ۹۶) دیکھو اسمین بھی ابوالحسن کا نام نہین ہے تیسرا دروغ قال
اس حدیث کے ہر طریق مین ابوالحسن کوفی پڑے ہوے ہین جنکو علامہ ابن حجر مجہول
لکھتے ہین کما قال ابوالحسن الکوفی مجہول (میزان الحق صفحہ ۷۲) نعوذ بالله یہان تک تو خیر تھی کہ ہر طریق
مین ابوالحسن ہین یہ کذب صریح سنیے کہ ابوالحسن مجہول ہین ارے میان وہ ابوالحسن کوفی
جنکا نام تقریب مین مذکور نہین ہے وہ مجہول ہے یہ تو موسی بن ابی عائشہ ابوالحسن کوفی ہے جنکو
تقریب مین ثقہ اور عابد لکھا ہے اور جسکی توثیق ہم اصل رسالے مین نقل کر چکے ہین دیکھو
اس حدیث کی بحث مین من صلی خلف الامام الخ چوتھا دروغ اسی حدیث کی
بحث مین لکھتے ہین قال اور باوجود اسکے مرسل ہونے کے بغایت ضعف کو پہنچی ہے

لاحول ولا قوة اس حدیث کے مرسلاً صحیح ہونے مین توکسی شخص کو بھی شک نہین بلکہ خود اس فقرے سے جو میزان الحق مین نقل کیا ہے لا یصح مرفوعہ یعنی اس حدیث کا مرفوع ہونا صحیح نہین خود ثابت ہے کہ اس حدیث کے مرفوع ہونے مین گفتگو ہے نہ اوسکے مرسل ہونے مین بلکہ دارقطنی وابن عدی وبیہقی نے اسکو مرسلاً صحیح لکھا ہے (دیکھو فتح القدیر جلد اول صفحہ ۳۹) پانچوان دروغ قال یہ محمد بن اسحاق بن یسار ہے جسکی شان مین علامہ ابن حجر نے تقریب مین قدری اور شیعی لکھا ہے (میزان الحق صفحہ ۹۸) اقول لاحول ولا قوة اسمین تو دوسرے غیر مقلدون کو بھی بحث نہین کہ یہ محمد بن اسحاق بن یسار ہے ہان البتہ اسمین گفتگو ہے کہ وہ ثقہ ہے یا نہین اور یہ امر کہ اس حدیث مین محمد بن اسحاق بن یسار واقع ہے جا ہی اوپکی تحریر سے اس حدیث کی بحث مین ثابت ہو چکا ہے وہین دیکھو چھٹا دروغ قال اور جابر بن عبد اللہ جو مشہور اصحاب سے ہین وہ خود امام کے پیچھے قراءت کرتے تھے اور مقتدیون کے قراءت نکرنے سے عدم جواز صلواة کا فتوا دیتے (میزان الحق صفحہ ۹) اقول کتنا صریح جھوٹ ہے جابر بن عبد اللہ کا قول باسناد صحیح خود ترمذی مین مذکور ہے چنانچہ وہب بن کیسان نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی کہ من صلی رکعة لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام اور اس حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح لکھا ہے (ترمذی شریف مطبوعہ احمدی بابت ثانی جلد اول صفحہ ۴۲) یعنی جابر بن عبد اللہ نے کہا کہ جو شخص کوئی رکعت بغیر الحمد کے پڑھے تو نماز نہ ہوگی مگر جبکہ امام کے پیچھے ہو یعنی جب امام کے پیچھے نماز پڑھے تو بغیر الحمد کے بھی نماز صحیح ہوگی بلکہ اور صحابہ سے تو دونون قسم کی باتین منقول ہین مگر حضرت جابر سے تو بالاتفاق ثابت ہے کہ وہ قراءت فاتحہ

پانچوان جھوٹ مصنف رسالہ کا

چھٹا جھوٹ

خلف الامام کے قائل نہ تھے چنانچہ قاضی عبد البر نے اسکو بتصریح لکھا ہے (دیکھو تعلیق ممجد
صفحہ ۹۵) باقی جو عبارت میزان الحق مین ترمذی سے نقل کی ہے اوسمین تو قراءت
خلف الامام کا ذکر ہی نہین وہ تو عام طور کے وجوب کی نسبت ہے چنانچہ ترمذی شریف کے
صفحہ ۳۵ مین جو باب باندھا ہے اور جسکے نیچے یہ اقوال لکھے ہین وہ یہ ہے باب ما جاء انہ لا صلوٰۃ
الا بفاتحۃ الکتاب یعنی باب اسکا کہ نماز بے الحمد نہین ہوتی اسمین مقتدی کا کہان ذکر ہے
بلکہ اسی حدیث کا تو مطلب جابر بن عبد اللہ نے بتایا کہ یہ حکم تنہا آدمی کے واسطے ہے جیسا کہ اصل سیاق
مین ہمنے ترمذی سے نقل کیا ہے معلوم نہین اس جھوٹ سے بجز فریب دہی عوام کے اور کیا فائدہ
نکالا ساتوان دروغ قال ہزارہا علماے حنفیہ محققین کیا متقدمین کیا متاخرین خصوصاً امام اعظم
و امام مالک و امام شافعی و امام احمد بن حنبل و امام اسحاق و امام سفیان و شمس الایمہ امام بخاری و امام
مسلم رحمہم اللہ نے اسکے وجوب پر اجماع کیا ہے (میزان الحق صفحہ ۱۶۲) کیا غضب ہے کہ ہزارہا علماے حنفیہ کو
بھی اسمین شامل کر لیا اسکے ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہین معلوم ہوتی کہ یہ بات جھوٹ اور افترا
ہے یہ تو زمانہ جانتا ہے کہ علماے حنفیہ قراءت فاتحہ خلف الامام کو واجب نہین جانتے اب بلاغ المبین
کا کذب صریح سنو اور اوسپر نفرین کرو بلاغ المبین کے صفحہ ۱۶۳ مین اس حدیث کی نسبت
واذا قرأ فانصتوا ابوداؤد سے یہ نقل کرکے کہ یہ فقرہ ابو خالد کا وہم ہے لکھا ہے کہ ابو خالد مولی جعدہ
بیٹا ہبیرہ مخزومی کا مجہول ہے تیسرے طبقے سے اور تقریب کا حوالہ دیا ہے یہ کتنا بڑا کذب صریح
ہے اس حدیث مین جو راوی ہے وہ ابو خالد احمر ہے جسکا نام سلیمان بن حبان ہے
جیسا کہ ہم اوپر اس حدیث کی بحث مین ثابت کر آئے ہین اس شخص نے ایک اور ابو خالد کو بیان

فریب دہی سے ظاہر کیا برادران اسلام دیکھو یہ حضرات اس قسم کے کذب اور دروغ روایات میں کرتے ہیں لہذا ان سے ہر حالت میں پرہیز کرو اللہ ہمکو تمکو سبکو توفیق خیر دے آمین یا رب العالمین

تمت

تقریظ جلیلۂ فاضل بے بدل مولوی محمد احمد اللہ صاحب ساکن ضلع اعظم گڈھ موضع بندول

بر نکتہ دانان ہنرپرور پوشیدہ و مستتر نیست کہ چون درین دہر پر آشوب در جمعیت اسلام تفرق و پریشانی رو نمود ہر یک از اعدای دین در ہوای خردہ گیری بال پرواز ہمت کشود گروہی از عہدات غوی دست تطاول بسوی کیش نبوی دراز کردند و پارۂ از تجدیدان لیام لٹ نظر بین ائمہ کرام ار کرم نگاہی خاری گشتند و بدامن ارباب کمال در آویختند و وقتی غبار می شدند و در دیدۂ اہل بینش دحال ریختند چون کار فتنہ بالا گرفت حامی دین مصطفوی مولوی محمد نصیر الحق صاحب ساکن بندول ضلع اعظم گڈھ دام فیضہ کمر ہمت چست بست و از بہر استیصال این ناہنجاران سر آستین سعی و محنت بالا شکست در اندک مانی این عجالۂ نافعہ بر روی کار آورد و ہمت برد ایشان گماشت و در ہر بحثی از عہدۂ تفصیل و تدقیق بدر آمدہ خاک در دیدۂ دشمنان انباشت ہر نقطہ اش گلی شد و در چشم ایشان افتاد و ہر سطرش سنانی گشت و در دیدۂ این بصر اسوخ رسانید

جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء

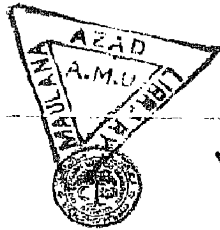
محمد روشن خان حنفی ۱۳۰

محمد عبد الرحمن بن

وجہ مہر و دستخط

واسطے سند امانت کے کہ کتاب چھپی ہوئی مطبع نظامی کی ہے مہر و دستخط مہتمم کے آخر کتاب میں ثبت کیے گئے

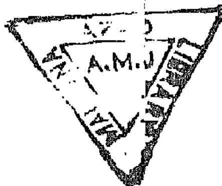
۲۹ ن ۲۹۶۶۳

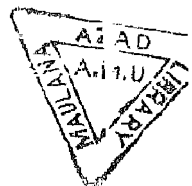


MUSLIM UNIVERSITY LIBRARY
ALIGARH.

This book is due on the date last stamped. An over-due charge of one anna will be charged for each day the book is kept over time.

621/2.96





۳۰۱۲۳

URDU STACKS

٢٩٥

١٨٨١م

Date	No.	Date	No.
9174			